7

بہت زیادہ دعاؤں اور ذکرِ الٰہی سے کام لو

تا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس مقصد میں کامیاب کرے جس کے لیے اس نے ہماری جماعت کو قائم کیا ہے

(فرمودہ 23 مارچ 1951ء بمقام ربوہ)

''خطبہ شروع کرنے سے پہلے میں دوستوں کو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ پہلی مستقل مسجد ہے جو ہجرت کے بعد ربوہ میں بنی ہے اور جیسے قادیان میں ہمارے گھر کے پاس ایک مسجد تھی جسے چھوٹی مسجد یا مسجد مبارک کہتے تھے اُسی طرح یہ مسجد بھی قصرِ خلافت کے پاس بنائی گئی ہے۔ اس کے علاوہ ایک اَور مسجد بھی بنائی جائے گی جو جامع مسجد ہوگی اور مجلس شورٰی کے اجلاس بھی اس میں ہوا کریں گے۔ چونکہ ایک مستقل مسجد میں آنے کا یہ پہلا موقع ہے جسے خدا تعالیٰ اور اسلام کے نام کو بلند کرنے کے لیے بنایا گیا ہے اس لیے ضروری تھا کہ اس کا افتتاح کرنے سے قبل بطور شکرانہ نوافل ادا کیے جاتے لیکن یہ موقع ایسا نہیں کہ صحیح اور منظّم طور پر نوافل ادا کیے جاسکیں۔ اس لیے میری خواہش ہے کہ ہم افتتاح سے پہلے خدا تعالیٰ کے حضور بطور شکرانہ ایک سجدہ کرلیں کہ اس نے ہمیں ربوہ میں پہلی مستقل مسجد بنانے کی توفیق عطا فرمائی اور یہ کہ وہ ایک رنگ میں مکمل کرلی گئی ہے''۔

اس کے بعد حضور نے ایک لمبا سجدہ شکر ادا فرمایا اور حضور کی اقتدا میں باقی تمام دوست بھی

سجدہ میں گر گئے۔ سجدہ سے سر اٹھانے کے بعد حضور نے تشہّد، تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کی اور فرمایا:

''چونکہ مجھے نقرس کا دورہ ہے اس لیے میں خطبہ جمعہ کھڑے ہو کر نہیں پڑھا سکتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ابتدا میں یہ حکم تھا کہ جب امام کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھا سکے تو مقتدی بھی بیٹھ کر نماز پڑھا کریں 1 لیکن بعد میں خدا تعالیٰ کی ہدایت کے ماتحت آپ نے اس حکم کو بدل دیا اور فرمایا کہ اگر امام کسی معذوری کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدی نہ بیٹھیں بلکہ وہ کھڑے ہو کر ہی نماز ادا کیا کریں۔ 2 پس چونکہ میں کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھا سکتا اس لیے میں بیٹھ کر نماز پڑھاؤں گا اور دوست کھڑے ہو کر نماز ادا کریں۔

یہاں نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد ہم شوریٰ کی جگہ پر جائیں گے۔ چونکہ وہاں کمیٹیاں بنیں گی اور ان کمیٹیوں کو بہت سا کام کرنا ہوگا اس لیے نماز جمعہ اور نماز عصر اکٹھی پڑھی جائیں گی اور بعد میں شوریٰ کا کام شروع کیا جائے گا۔

یہاں جو دوست نماز جمعہ ادا کرنے آئے ہیں انہیں دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ مجلس شوریٰ میں شریک ہونے کے لیے بیرونی جماعتوں سے نمائندگان اور مہمانوں کی ایک خاصی تعداد آئی ہے۔ پھر یہاں کے مقامی لوگ بھی ہیں۔ اس لیے مسجد اگرچہ بڑی ہے بلکہ قادیان کی مسجد اقصیٰ سے بھی بڑی ہے پھر بھی بہت سے لوگ باہر کھڑے ہیں۔ اس موقع پر میں پہلی نصیحت تو یہ کرنا چاہتا ہوں کہ اگرچہ اجتماع برکت کا موجب ہوتے ہیں لیکن بعض اجتماع مختلف قسم کی خرابیوں کا موجب بھی ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ بعض اوقات میلوں کی صورت اختیار کر جاتے ہیں اور جب اجتماع میلوں کی شکل اختیار کر جاتے ہیں تو ان کی برکتیں چھن جاتی ہیں۔ اس لیے باہر سے آنے والے احباب اس طرف خاص طور پر توجہ کریں اور کوشش کریں کہ ہمارے اس قسم کے اسلامی اجتماع میلوں کی شکل اختیار نہ کریں۔ احباب کو اسلامی جماعتوں کے مطابق اپنا پروگرام بنانا چاہیے اور اکثر وقت ذکرِ الٰہی میں صَرف کرنا چاہیے۔ جو لوگ اس قسم کے اجتماعوں کی غرض کو پورا نہیں کرتے اور خدا تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کے لیے اپنے وقت کو کسی پروگرام کے ماتحت خرچ نہیں کرتے اور گپّیں ہانکنے اور بازاروں میں اِدھر اُدھر پھرنے سے اپنے آپ کو روک نہیں سکتے ان کے لیے، ان کے خاندان کے لیے اور دین کے لیے یہ زیادہ برکت والی بات ہوگی کہ وہ یہاں نہ آئیں کیونکہ اُن کا یہاں آنا اور پھر اپنے وقت کو لغو باتوں میں ضائع کر دینا

اُن کے لیے اور اُن کے خاندان کے لیے خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب ہو جاتا ہے۔ پس جو دوست یہاں آئیں وہ اس طرز سے یہاں رہیں کہ اپنا زیادہ سے زیادہ وقت اپنے ایمان کی ترقی اور دین کے سیکھنے میں خرچ کریں۔ جو لوگ اِدھر اُدھر کھڑے ہو کر گپّیں ہانکتے ہیں اُن کا نہ آنا یہاں آنے سے بہتر ہے۔ اگر ان کے یہاں کچھ رشتہ دار ہیں اور وہ ان مواقع پر یہاں اس لیے آتے ہیں کہ وہ انہیں مل لیں تو وہ کسی اَور وقت یہاں آیا کریں تا ہمارے اجتماع جو خالص اسلامی طرز کے ہوتے ہیں میلوں کا رنگ اختیار نہ کر جائیں۔ آخر جہاں مرکز ہوتا ہے وہاں جماعت کے دوستوں کے بعض رشتہ دار بھی ہوتے ہیں اور وہ انہیں ملنے کے لیے ضرور آئیں گے میں انہیں ایسا کرنے سے روکتا نہیں۔ میری نصیحت صرف یہ ہے کہ وہ اِس غرض کے لیے اِن دنوں میں یہاں نہ آیا کریں تا ہمارے اجتماع میلوں کا رنگ اختیار نہ کریں۔ جیسے عام طور پر لوگ میلوں پر اس لیے چلے جاتے ہیں تا وہ میلہ بھی دیکھ آئیں اور اپنے رشتہ داروں کو بھی مل آئیں۔ وہ انہیں ملنے کے لیے دوسرے اوقات میں سے کوئی وقت نکال لیا کریں تا ان کا یہاں آنا ثواب کی بجائے عذاب کا موجب نہ بنے۔

دوسری بات میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہماری موجودہ حالت ایک مہاجر کی سی ہے۔ اِس زمانہ میں ہجرت ایک خاص رنگ اختیار کر گئی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں بھی ہجرت ہوتی تھی لیکن وہ ہجرت اس قسم کی تھی کہ دو دو تین تین آدمی ہجرت کر کے چلے جاتے تھے اور انصار میں ملتے جاتے تھے۔ لیکن یہ ہجرت ایسی ہے کہ سب لوگ اکٹھے ہجرت کر کے آ گئے ہیں اور کوئی جگہ ایسی نہیں تھی جہاں وہ بس سکیں۔ ہم پر خدا تعالیٰ نے فضل کیا اور ہمیں ایک مرکز دیا۔ لیکن اِس مرکز کے بنانے میں بہت دیر لگ گئی ہے۔ گو یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ باوجود مصائب کے اور بے بس اور بے کس ہونے کے ہماری جماعت کی حالت ایسی مایوس کن نہیں جیسی دوسری اقوام کی ہے۔ میں نے کسی احمدی کو اس حالت میں نہیں دیکھا کہ وہ حیران اور پریشان ہو اور اس کے چہرے پر مایوسی چھائی ہوئی ہو۔ مجھے ایک دفعہ ایک ملکی کام کے لیے لاہور سے راولپنڈی جانا پڑا۔ ہم موٹر میں جا رہے تھے۔ رستہ میں سڑک کے نزدیک میں نے ہزاروں ہزار آدمیوں کو ڈنڈے کھڑے کر کے اور اُن پر چادریں ڈال کر کھیتوں میں پڑے ہوئے کسمپرسی کی حالت میں دیکھا۔ میں نے سمجھا کہ شاید یہ لوگ خانہ بدوش ہیں یا مزدور ہیں جنہوں نے عارضی طور پر یہاں خیمے لگائے ہوئے ہیں۔ میرے ساتھ میرا ایک لڑکا بھی تھا۔

اس نے مجھے بتایا کہ یہ لوگ مہاجر ہیں۔ گورنمنٹ ان کے لیے کوئی انتظام کرتی تو ان کی یہ حالت نہ ہوتی۔ میں نے موٹر کو وہاں کھڑا کیا اور بعض لوگوں سے دریافت کیا کہ تم کون ہو؟ تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ واقع میں مہاجر ہیں۔ ان کی حالت نہایت خراب تھی لیکن ہماری جماعت کے دوستوں کی یہ حالت نہیں۔ اس میں کوئی شُبہ نہیں کہ ہمارے کچے مکانات ہیں اور وہ بھی اتنے اچھے نہیں اور انہیں مکانوں میں غریب اور امیر سب رہتے ہیں لیکن پھر بھی یہ مکانات اُن جھونپڑوں کی نسبت بہت اچھے اور صاف ستھرے ہیں۔ پس دوسرے لوگوں کی نسبت ہماری حالت بہرحال اچھی ہے۔ صرف بات یہ ہے کہ پوری تنظیم کے نہ ہونے کی وجہ سے کام نہیں ہوا اور مرکز کے آباد کرنے میں دیر لگ رہی ہے۔ خدا تعالیٰ کی تقدیر تو پوری ہوگی اور پوری ہو رہی ہے لیکن ضروری ہے کہ انسانی تدبیر کا جو حصہ ہے وہ بھی پورا ہو۔ خدا تعالیٰ کی تقدیر نے ہمیں ایک مرکز دے دیا ہے اور دوسری قوموں کی نسبت ہماری حالت بدرجہا بہتر ہے لیکن جماعت تدبیر والے حصہ کو پورا نہیں کر رہی۔ خدا تعالیٰ تو نشانات ظاہر کر رہا ہے اور اپنی تقدیر کو بڑھ چڑھ کر پورا کر رہا ہے کوتاہی صرف ہماری طرف سے ہو رہی ہے۔ بہرحال یہ حالت جتنی دیر رہے گی ہمارے لیے نقصان دہ ہے۔

جو لوگ دور سے آتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کا کوئی نشان ظاہر نہیں ہوا لیکن جو یہاں رہتے ہیں اُن پر خدا تعالیٰ کے نشانات کی عظمت ظاہر ہے۔ صرف فرق یہ ہے کہ تم خود وہ کام نہیں کر سکے جو تمہارے سپرد تھا یعنی انسانی تدبیر کا جہاں تک سوال تھا اُسے پورا نہیں کیا گیا۔ اس وقت حالت یہ ہے کہ افراد اپنے مکان نہیں بنا سکتے کیونکہ ان کی جائیدادیں اور اموال مشرقی پنجاب میں لُٹ گئے اور اب وہ اس حالت میں نہیں کہ مکان بنا سکیں۔ بعض کی زمین کھلی پڑی ہوئی ہے، بعض کی بنیادیں کُھدی پڑی ہیں، بعض نے بنیادیں کھڑی کر لی ہیں تو ابھی دیواریں نہیں بنیں اور اگر دیواریں بنی ہیں تو چھتیں نہیں پڑیں۔ پھر ابھی دفاتر بھی تعمیر نہیں ہو سکے، سکول اور کالج کی عمارتیں بھی نہیں بنیں، مہمان خانہ نہیں بنا، کارکنوں کے رہائشی کوارٹر تیار نہیں ہوئے۔ ان حالات میں ضروری ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کے حضور دعائیں کریں کہ وہ ہماری مشکلات کو دور فرمائے اور یہ ایک ہی ہتھیار ہے جو ہم ہر جگہ استعمال کر سکتے ہیں۔

جو لوگ باہر سے آئے ہیں وہ دیکھ رہے ہیں کہ ہمارا کام ابھی تشنہ تکمیل ہے۔ ابھی ہمیں

بہت سا کام کرنا ہے۔ اس لیے آؤ ہم خدا تعالیٰ کے حضور عاجزانہ دعائیں کریں کہ وہ جلد سے جلد ہمارے اس عارضی مرکز کو آباد کرے تا اشاعت کا کام جو ہمارے سپرد کیا گیا ہے سُرعت کے ساتھ دنیا میں پھیل جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں یہ بھی دعائیں کرنی چاہییں کہ اللہ تعالیٰ اس مرکز کو آئندہ کے لیے آباد رکھنے کی بھی کوئی صورت پیدا کر دے۔ ہم جب قادیان چلے جائیں گے ایک بڑی پرابلم (Problem) ہمارے سامنے آ جائے گی کہ یہ عارضی مرکز جو بنایا گیا ہے اسے کس طرح آباد رکھا جائے۔ اس کے لیے ہمیں آج سے ہی دعائیں شروع کر دینی چاہییں کہ خدا تعالیٰ اِس جگہ کو آباد رکھنے کی بھی کوئی صورت بنا دے۔ مکہ اور مدینہ میں کوئی بڑا فاصلہ نہیں تھا لیکن پھر بھی مکہ کی موجودگی میں مدینہ کی ضرورت باقی تھی۔ اس لیے یہ سوال تو پیدا نہیں ہو سکتا کہ قادیان کی موجودگی میں ربوہ کی کوئی ضرورت نہیں رہے گی بلکہ سوال یہ ہے کہ جماعت اُس وقت تک اس قدر بڑھ جائے کہ اس کے لیے ایک سے زیادہ مراکز ضروری ہو جائیں۔ اگر جماعت بڑھ جائے تو ایک کالج کیا دس ہزار کالج بھی ہمارے لیے تھوڑے ہیں۔ ایک اسکول کیا ایک لاکھ اسکول بھی ہماری ضرورت کو پورا نہیں کر سکتے۔ پس جماعت بڑھ جائے تو پھر کوئی بات نہیں یہاں بھی ایک مرکز رہے اور قادیان بھی مرکز رہے بلکہ ہمیں مشرقی بنگال میں بھی ایک مرکز بنانے کی ضرورت ہے لیکن موجودہ حالات میں جماعت اتنی تھوڑی ہے کہ اس کے لیے دو مراکز کو قائم رکھنا مشکل ہے اور بظاہر حالات دو جگہ پر پوری طاقت کے ساتھ بیٹھنا مشکل نظر آتا ہے لیکن خدا تعالیٰ میں یہ طاقت ہے کہ وہ لوگوں کے دلوں کو کھول دے اور جماعت ایک سال میں دس گُنا ہو جائے۔ پھر دونوں مرکز آباد رہ سکتے ہیں بلکہ پھر یہ سوال بھی آ جائے گا کہ ایسٹ پاکستان میں بھی ایک مرکز قائم کیا جائے۔

یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ جو جماعت بھی فعّال ہو گی اُسے دوسروں سے الگ مرکز بنانا پڑے گا۔ مثلاً لاہور یا کسی اَور شہر میں ہم رہتے تو ہمیں دوسروں کا حصہ بن کر رہنا پڑتا لیکن کسی جماعت کا مرکز اُس جگہ کو کہتے ہیں جہاں اُسے کثرت حاصل ہو اور جہاں اُس کا اپنا ماحول ہو۔ اس لیے ہمیں بہر حال اپنا مرکز دوسروں سے الگ بنانا پڑے گا تا ہماری وہاں کثرت ہو اور اپنا دینی ماحول ہو۔ قادیان کو خدا تعالیٰ نے بطور مرکز اس لیے چُنا تھا کہ وہ ایک چھوٹا سا گاؤں تھا جہاں ہمارا اپنا ماحول آسانی کے ساتھ بن سکتا تھا۔ پس مرکز کے لیے جو جگہ بھی منتخب ہو گی وہ جنگل میں ہی ہو گی لاہور، کراچی، پشاور،

ڈھا کہ یا چٹا گانگ میں نہیں ہوگی۔ مرکز بہرحال کسی چھوٹی جگہ یا کسی جنگل میں بنے گا جہاں ہم اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے، چلتے پھرتے اپنے آپ کو ایک خاص ماحول میں اور ایک خاص پروگرام کے ماتحت رکھ سکیں۔ اور ایسی جگہ لاہور میں نہیں ہوسکتی، لندن میں نہیں ہوسکتی، واشنگٹن میں نہیں ہوسکتی، نیویارک میں نہیں ہوسکتی، بلکہ وہیں ہوسکتی ہے جہاں اپنا ماحول بنانا ممکن ہو، اپنے سکول ہوں اور اپنی اکثریت ہو اور یہ ہمیں بنے بنائے شہروں میں حاصل نہیں ہوسکتی۔ سب انبیاء کے زمانوں میں یہی طریق اختیار کیا گیا ہے۔ مکہ کو دیکھ لو خدا تعالیٰ نے مکہ والوں پر احسان کیا کہ اُس نے ان میں اپنا عظیم الشان رسول بھیج دیا لیکن وہ بھی کوئی بڑا شہر نہ تھا محض ایک قصبہ تھا لیکن کئی سال تک انہوں نے اسے قبول نہ کیا۔ اس پر خدا تعالیٰ نے اسے مدینہ بھیج دیا جو ایک چھوٹی سی جگہ تھی جہاں خدا تعالیٰ نے جلد ہی ایک دینی ماحول پیدا کر دیا اور اس کے ماننے والوں کو غلبہ دیا۔ جب مدینہ میں دین پھیل گیا تو اس کے بعد آہستہ آہستہ مکہ والوں نے بھی اسلام قبول کر لیا لیکن یہ اُسی وقت ہوا جب مدینہ مرکز بنا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب تک مکہ میں رہے اُس وقت تک مکہ والوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ پس مرکز یا تو کسی نئی جگہ بنے گا یا کسی گاؤں یا چھوٹے قصبہ میں بنے گا جہاں جماعت جلد از جلد پھیل جائے اور اسے ایک دینی ماحول میسر آ جائے۔

یہ بات میں نے اس لیے بتائی ہے کہ بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ آخر ایک نئی جگہ بنانے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ جس شہر میں بھی مرکزی دفاتر ہوتے وہی ہمارا مرکز ہوتا۔ میں نے بتایا ہے کہ یہ بات غلط ہے۔ مرکز اُسی مقام کو کہتے ہیں جہاں کسی جماعت کی اکثریت ہو اور جہاں کا ماحول اس کا اپنا ہو۔ اگر کسی مقام کو یہ خصوصیت حاصل نہیں تو وہ مرکز نہیں۔ اس کی مثال سمندر میں ایک کارک کی سی ہے۔ لاہور میں ایک اسکول کیا ہم دس اسکول بنالیں، سینکڑوں مبلّغ تیار کرلیں لیکن وہ لاہور کی آبادی کا ایک حصہ ہی ہوں گے۔ لاہور دس لاکھ کی آبادی کا شہر ہے۔ وہاں درجنوں سکول ہیں۔ اگر وہاں ہم ایک کی بجائے دس اسکول بھی بنالیں تب بھی وہ شہر کا ایک حصہ ہی ہوں گے، ایک کالج کی بجائے چار کالج بھی بنالیں تب بھی وہ شہر کا ایک حصہ ہی ہوں گے۔ لیکن ان سے چوتھا حصہ تعلیمی ادارے بنا کر ہم ربوہ کو مرکز بنا سکتے ہیں جہاں ہمارا اپنا ماحول ہوگا، اپنی اکثریت ہوگی اور جہاں ہمیشہ ذکرِ الٰہی ہوگا، قرآن کریم کا درس ہوگا، مسجد میں ہم خدا تعالیٰ کے نام کو بلند کر سکیں گے، اسلام کا ہمیں صحیح مفہوم حاصل

ہو گا جو تمام قسم کے زنگوں اور آلائشوں سے پاک ہو گا اور پھر یہاں رہ کر ہم اسلام کو تمام دنیا میں پھیلانے کی تدابیر سوچ سکیں گے۔ یہ باتیں لاہور یا کسی اَور شہر میں ہمیں میسر نہیں آ سکتیں۔ اس میں کوئی شُبہ نہیں کہ خدا تعالیٰ کی طاقت میں سب کچھ ہے مگر بظاہر حالات اگر ہمیں وہاں اکثریت بھی حاصل ہو تب بھی وہ اکثریت کہیں پچیس چھبیس سال میں حاصل ہو گی لیکن یہاں فوری طور پر اکثریت حاصل ہو جائے گی۔ یہ بالکل اُجڑی ہوئی جگہ تھی۔ یہاں کوئی آبادی نہ تھی۔ جب یہاں دس پندرہ خیمے لائے گئے تب بھی یہاں ہمیں اکثریت حاصل تھی اور اب جب کچھ مکانات بن گئے ہیں تب بھی ہمیں اکثریت حاصل ہے لیکن لاہور میں ہم پندرہ سو مکانات کے ساتھ بھی مرکز نہیں بنا سکتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اگر دہلی میں تشریف لے جاتے اور ہزاروں آدمی وہاں ایمان لے آتے تب بھی وہ مرکز نہ ہوتا لیکن قادیان مرکز ہو گیا کیونکہ وہ ایک چھوٹی سی جگہ تھی اور وہاں جماعت جلد پھیل گئی اور اس نے اکثریت حاصل کر لی، اپنا دینی ماحول پیدا کر لیا۔ اور مرکز کے معنے ہی یہ ہوتے ہیں کہ ایسی جگہ جو دوسروں سے الگ ہو، جہاں ایک ہی خیال کے لوگ بستے ہوں اور اسلام کی اشاعت اور اس کو تمام دنیا میں پھیلانے کی تجاویز صبح، دوپہر، شام اور رات ہمارے کانوں میں پڑتی ہوں۔ ایسے مراکز کی ہمیں ہر جگہ ضرورت ہو گی۔ پنجاب میں بھی ان کی ضرورت ہو گی، سندھ میں بھی ان کی ضرورت ہو گی، سرحد میں بھی ان کی ضرورت ہو گی، بنگال میں بھی ان کی ضرورت ہو گی تا کہ ہم تبلیغی اور تعلیمی کام کو جاری رکھ سکیں۔ لیکن اس کے لیے روپیہ کی ضرورت ہے تا کہ ہم سلسلہ کے دفاتر بنا سکیں اور لوگوں کی صحیح رنگ میں نگرانی کی جا سکے۔ اگر یہ سب چیزیں میسر آ جائیں تو متعدد مراکز قائم ہو سکتے ہیں۔ اور اگر یہ چیزیں میسر نہ آئیں تو ایک جگہ میں بھی مرکز قائم رکھنا مشکل ہے۔

پس ہمیں خدا تعالیٰ سے دعائیں کرنی چاہییں کہ وہ ہمارے اس عارضی مرکز کو برکت دے اور اسلام کی اشاعت کی تقدیر جو اس نے جاری کی ہے وہ اسے وسیع کرنے کی ہمیں توفیق دے۔ موجودہ ضُعف اور کمزوری کے دوروں سے جماعت کو جلد نکالے اور ہمارے نوجوانوں میں دینی روح پیدا کرے تا کہ دین کی طرف انہیں رغبت پیدا ہو۔ کیونکہ جب تک آئندہ دین سے رغبت رکھنے والی نسل پیدا نہ ہو وہ قوم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی اور اس کا کام اس کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن ہم نے اسلام کی اشاعت کے کام کو ختم نہیں کرنا بلکہ اسے زیادہ سے زیادہ وسیع کرنا ہے۔ پس ہمیں

بہت زیادہ دعاؤں اور ذکرِ الٰہی سے کام لینا چاہیے تا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس مقصد میں کامیاب فرمائے جس کے لیے اس نے ہماری جماعت کو قائم فرمایا ہے''۔ (الفضل 3 جولائی 1951ء)

1: صحیح البخاری کتاب الاذان باب اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِہٖ و صحیح مسلم کتاب الصّلاۃ باب ائْتمامِ المَأْمُوْم بِالْاِمَامِ

2 صحیح البخاری کتاب الاذان باب اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِہٖ